بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سوانحی خاکہ

[ولادت: ۸۰ھ/ وفات: ۱۵۰ھ]

ساجد علی مصباحی۔ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

آپ کا نام ونسب:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام "نعمان" کنیت "ابوحنیفہ" اور لقب "امام اعظم" ہے۔—— آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے:
نعمان بن ثابت بن نعمان بن مَرزُبان تیمی کوفی علیہ الرحمہ—— آپ کے پوتے حضرت "اسماعیل بن حماد علیہ الرحمہ" نے فرمایا:

" أنا إسماعيل بن حماد بن النعمان بن ثابت بن النُعمان بن المـَرْزُبان، من أبناء فارس من الأحرار، والله ما وقع علينا رق قط. ولد جدي سنة ثمانين، وذهب ثابت إلى علي بن أبي طالب، رضي الله عنه، وهو صغير، فدعا له بالبركة فيه وفي ذر يته، ونحن نرجو أن يكون الله تعالى قد استجاب ذلك لعلي بن أبي طالب رضي الله تعالىٰ عنه فينا". [أخبار أبي حنيفة وأصحابه،ج١،ص ١٦، المكتبه الشاملة]

[ترجمہ] میں اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہوں۔ ہم لوگ فارسی النسل ہیں، بخدا ہم کبھی کسی کی غلامی میں نہیں آئے۔ ہمارے دادا "امام اعظم ابوحنیفہ" ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ہمارے پردادا "ثابت" بچپن میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے ان کے لیے اور ان کی آل واولاد کے لیے برکت کی دعا فرمائی، ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے وہ دعا ہمارے حق میں قبول فرمائی۔

آپ کے دادا کا نام:

حضرت اسماعیل بن حماد کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دادا کا نام "ثابت بن مَرزُبان" ہے، لیکن بعض علمانے آپ کے دادا کا نام "زوطیٰ بن ماہ" بیان کیا ہے۔ چنانچہ ابن خلکان فرماتے ہیں:

"أبو حنيفة النعمان بن ثابت بن زوطى بن ماه الفقيه الكوفي". [وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان،الإمام أبو حنيفة، ج٥،ص ٤٠٥،المكتبه الشاملة]

تاج العروس میں اس کی کچھ تفصیل اس طرح ہے: زَوْطَى ، كسَلْمَى : جَدُّ الإمام أَبي حَنِيفَةَ النُّعْمان بن ثابِتٍ ، رَضِيَ الله عَنْه،وعليه اقْتَصَرَ الحافِظُ عبد القادر القُرَشِيُّ في الطَّبَقاتِ . وقِيل : هو زُوْطىٰ، كمُوْسىٰ ، وهو الّذي جَزَمَ به كَثيرون ، واقْتَصَرَ عَلَيْهِ الإمام النَّوَوِيّ ، وذَكَرَ الوَجْهَيْنِ صَاحِب عُقودِ الجُمانِ في مَناقب النُّعْمان .[تاج العروس]

یعنی "زَوطیٰ" بروزنِ "سلمیٰ" امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دادا کا نام ہے، حافظ عبد القادر قرشی نے "طبقات" میں صرف اسی صورت کا ذکر کیا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ "زُوطیٰ" بروزنِ "موسیٰ" ہے، بہت سے علمانے اسی پر جزم کیا ہے اور امام نووی نے صرف اسی صورت کا ذکر کیا ہے، اور "عقود الجمان فی مناقب النعمان" کے مصنف نے دونوں صورتیں ذکر کی ہیں۔

نام میں اختلاف کی وجہ:

امام اعظم ابوحنیفہ کے "دادا" اور "پردادا" کے نام میں اس اختلاف کی وجہ شاید یہ ہے کہ دامنِ اسلام میں آنے سے پہلے "نعمان" کا نام "زوطیٰ" اور "مرزبان" کا نام "ماہ" تھا جو فارس کے کسی علاقہ کے حاکم تھے، فارسی میں حاکم وامیر کو "مرزبان" کہتے ہیں۔ اس صورت میں دادا، اور پردادا دونوں کے دو دو نام ہوئے، ایک نام اسلام لانے سے پہلے کا اور دوسرا اسلام قبول کرنے کے بعد کا۔

آپ کے پوتے حضرت اسماعیل بن حماد نے سلسلۂ نسب بیان کرنے میں ان حضرات کا دوسرا نام ذکر کیا جو اسلام لانے کے رکھا گیا، اور بعض دیگر علما نے اس موقع پر ان کا وہ نام ذکر کیا جو اسلام قبول کرنے سے پہلے تھا، اس لحاظ سے حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

یا اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ "نعمان" کا لقب "زوطی" اور مرزبان کا لقب "ماہ" تھا، یا زوطی کا معنیٰ "نعمان" اور ماہ کا معنیٰ "مرزبان" ہے، اب کسی نے نام ذکر کیا اور کسی نے لقب ذکر کیا، چنانچہ علامہ شیخ شہاب الدین احمد بن حجر مکی علیہ الرحمہ اس اختلاف کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ثابت کے والد میں اختلاف ہے کہ "نعمان" ہے یا "زوطی" اور دادا ان کے "مرزبان" ہیں یا "ماہ"۔ ہوسکتا ہے کہ دو دو نام تھے، یا ایک ایک نام اور دوسرا لقب تھا، یا زوطی کے معنی نعمان اور مرزبان کے معنی ماہ کے تھے"۔

[جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، ص ۴۷، دوسری فصل آپ کے نسب کے بیان میں]

آپ کی کنیت:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت جو نام سے بھی زیادہ مشہور و معروف ہے، وہ آپ کی کسی بیٹی کی طرف نسبت کرتے ہوئے حقیقی کنیت نہیں ہے؛ اس لیے کہ تمام تذکرہ نگار تقریباً اس امر پر متفق ہیں کہ آپ کے صرف ایک بیٹے تھے جن کا نام "حماد" ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ کنیت وصفی معنی کے اعتبار سے ہے یعنی "أبو الملة الحنيفة" قرآن کریم میں اللہ جل شانہ نے مسلمانوں سے فرمایا: فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا [پارہ ۴، آل عمران ۳، آیت ۹۵] تو ابراہیم کے دین پر چلو جو ہر باطل سے جدا تھے ——— امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی نسبت سے اپنی کنیت "ابوحنیفہ" اختیار کی۔

بعض حضرات نے یہ توجیہ بھی کی ہے کہ آپ کے پاس ہمیشہ دوات رہتی تھے اور عراقی زبان میں اسے "حنیفہ" کہتے ہیں؛ اس لیے آپ کی کنیت "ابوحنیفہ" یعنی "دوات والے" ہوگئی۔

علامہ شیخ شہاب الدین احمد بن حجر مکی علیہ الرحمہ ان دونوں اقوال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس طرح فرماتے ہیں: "آپ کی کنیت "ابوحنیفہ" ہے، حنیف کے معنیٰ ہیں: ناسک، عابد، مسلم۔ اور بعضوں نے کہا کہ آپ کی کنیت "ابوحنیفہ" ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے پاس دوات رہتی تھی جس کو عراق کی زبان میں "حنیفہ" کہتے ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ آپ کی صاحبزادی کا نام "حنیفہ" تھا لیکن یہ صحیح نہیں ہے؛ اس لیے کہ آپ کی اولاد ذکور یا اناث میں سوائے حماد کے کوئی ثابت نہیں"۔ [جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، ص ۴۹، چوتھی فصل آپ کے نام نامی کے بیان میں]

آپ کی ولادت:

اکثر مورخین کا قول یہ کہ آپ ۸۰ھ میں عراق کے دار الحکومت کوفہ میں پیدا ہوئے۔ اُس وقت وہاں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ موجود تھے، عبد الملک بن مروان کی حکومت تھی اور حجاج بن یوسف عراق کا گورنر تھا۔

یہ وہ زمانہ تھا جس میں رسول اللہ ﷺ کے بہت سے صحابہ موجود تھے، ان میں سے بعض امام اعظم ابوحنیفہ کے آغازِ شباب تک زندہ رہے۔ مثلاً حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے خادمِ خاص تھے، ۹۳ھ میں ان کا انتقال ہوا، اور حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ ۱۱۰ھ تک زندہ رہے۔

تبییض الصحیفہ میں ہے: "أدرك الإمام أبو حنيفة جماعة من الصحابة؛ لأنه ولد بكوفة سنة ثمانين من الهجرة، و بها يومئذ من الصحابة: عبد الله بن أبي أوفیٰ، فإنه مات بعد ذلك بالاتفاق، و بالبصرة يومئذ أنس بن مالك ومات سنة تسعين أو بعدها"۔ [تبييض الصحيفة للإمام السيوطي، ص ٣٤]

[ترجمہ] امام اعظم ابوحنیفہ نے صحابہ کی ایک جماعت کو پایا، کیوں کہ آپ کوفہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور وہاں اس زمانے میں صحابۂ کرام میں سے حضرتِ عبد اللہ بن ابی اوفیٰ تھے جن کا وصال بالاتفاق اس کے بعد ہوا۔ اور اس وقت بصرہ میں انس بن مالک تھے جن کا وصال ۹۰ھ یا اس کے بعد ہوا۔

شرح مسند ابوحنیفہ میں ہے:

” قال أبو حنيفة رحمه الله تعالى (ولدت سنة ثمانين ، وحججت مع أبي سنة تسع وتسعين ، وأنا ابن تسع عشرة فلما دخلت المسجد الحرام ، رأيت حلقة) بسكون اللام ، وتفتح وتكسر ، أي جماعة من الناس (عظيمة) أي كثيرة (فقلت لأبي:حلقة مَن هذا ؟ فقال:حلقة عبد الله بن الحارث بن جزء) بفتح الجيم وسكون الزاء بعدها همزة (الزبيدي) بفتح الزاي ، وكسر الموحدة (صاحب النبي صلى الله عليه وسلم ، فتقدمت ، فسمعته يقول : سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : " من تفقه في دين الله كفاه الله همّه ". [شرح مسند ابی حنیفه ، ج۱ ،ص۵۸۶، المكتبه الشاملة]

[ترجمہ] امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور اپنے والد کے ساتھ ۹۹ھ میں حج کیا، اس وقت میری عمر ۱۹ سال تھی، جب میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو لوگوں کی ایک بڑی جماعت نظر آئی، میں نے اپنے والد سے دریافت کیا: یہ کس کی مجلس ہے؟ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی عبداللہ بن حارث بن جزء کی مجلس ہے۔ یہ سن کر میں آگے بڑھا تو انھیں یہ فرماتے ہوئے سنا: میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو اللہ کا دین سیکھے گا اللہ جل شانہ اس کے رنج وغم دور فرمادے گا۔

آپ کا حلیہ اور لباس وگفتار:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے وجیہ وشکیل اور خوب صورت تھے، قد درمیانی اور رنگ گندمی تھا، بہترین کپڑے اور عمدہ خوش بو استعمال کرتے تھے، بڑے خوش اخلاق اور انتہائی شیریں کلام تھے، امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی ”تاریخ بغداد“ میں نقل کرتے ہیں:

"كان أبو حنيفة حسن الوجه،حسن الثياب،طيب الريح ،حسن المجلس ، شديد الكرم ، حسن المواساة لإخوانه . . . وفي رواية كان أبو حنيفة ربعا من الرجال ليس بالقصير ولا بالطويل وكان أحسن الناس منطقا وأحلاهم نغمة وأنبههم على ما يريده . . . وفي رواية كان طوالا تعلوه سمرة وكان لبّاسا،حسن الهيئة،كثير التعطر يعرف بريح الطيب إذا أقبل وإذا خرج من منزله قبل أن تراه". [تاريخ بغداد،ذكر من اسمه النعمان ، ج۱۳ ،ص ۳۳۱ ،دار الكتب العلمية ، بيروت ، لبنان]

[ترجمہ] امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوب صورت، خوش لباس، خوش بودار، بھلی مجلس والے، بڑے کرم فرما اور اپنے احباب کے انتہائی خیر خواہ تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ امام ابوحنیفہ نہ کوتاہ قد تھے نہ دراز قامت، بلکہ ان کا سراپا متوسط تھا، وہ لوگوں میں سب سے فصیح و بلیغ، خوش آواز اور اپنے مقصد پر نظر رکھنے والے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کا قد کچھ لمبا اور رنگ گندمی تھا، عمدہ کپڑے پہنتے، بہترین وضع قطع اختیار فرماتے اور کثرت سے خوش بو استعمال کرتے تھے، خوش بو کی وجہ سے دیکھنے سے پہلے ہی ان کی آمد ورفت کا پتہ چل جاتا تھا۔

آپ کے صاحب زادے حضرت حماد نے فرمایا کہ ”آپ طویل القامت، گندمی رنگ، حسین وخوب رو اور باہیبت تھے، بے وجہ کلام نہ فرماتے، جب کوئی پوچھتا اس کا جواب دیتے، بے کار باتوں میں نہ پڑتے . . . جامہ زیب تھے، خوش بو بہت لگاتے تھے، قبل اس کے لوگ آپ کو دیکھیں ہوا کی خوش بو سے آپ پہچان لیے جاتے تھے

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے ✷ یہی کہتی ہے خوش بو اس ہوا کی

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ”آپ متوسط قامت، بہت خوب صورت، فصیح زبان، اکمل الایراد، شیریں بیان، اپنے مطلب پر ابین الحجۃ تھے . . . اپنے جوتے کے تسمے کا بھی خیال رکھتے تھے، کبھی نہ دیکھا گیا کہ تسمہ ٹوٹا ہوا ہو۔ [جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، ص ۵۰، پانچویں فصل آپ کی صورت کے بیان میں/ص ۱۴۶، ۱۴۷، چھبیسویں فصل آپ کے لباس کے بیان میں]

تعلیم وتربیت:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاندانی پیشہ تجارت تھا، جب آپ نے شعور وادراک کی آنکھیں کھولیں تو اسی سے منسلک ہو گئے، بعد

میں کوفہ کے مشہور امام حضرت امام شعبی علیہ الرحمہ کی ترغیب وتلقین سے تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے اور علم کلام حاصل کرنا شروع کر دیا، اور خداداد ذہانت وفطانت اور فہم وفراست سے بہت جلد اس فن میں یگانۂ روزگار ہو گئے، پھر بعض واقعات ایسے رونما ہوئے جس سے آپ نے علم کلام سے منہ موڑ کر علم فقہ کی تحصیل شروع کر دی اور اس کے لیے فقیہ وقت حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقۂ درس میں شامل ہو گئے۔

علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "امام صاحب علیہ الرحمہ نے اپنی جوانی کے وقت میں کسی ایسے شخص کو نہیں پایا جو موجودہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے علم حاصل کرنے کی طرف متوجہ کرے تو آپ بیع وشرا میں مشغول ہو گئے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے امام شعبی کو اس کے لیے آمادہ کیا تو انھوں نے امام صاحب کو تحصیل علم اور علما کی ہم نشینی کی طرف متوجہ کیا تو آپ کے دل میں ان کی بات بیٹھ گئی، اس وجہ سے کہ آپ نے اس میں ہوشیاری اور شرافت سمجھی تو بازار چھوڑ، تجارت سے منہ موڑ کر علم کی طرف متوجہ ہوئے، پہلے علم کلام حاصل فرمایا اور اس میں ایسا کمال حاصل کیا کہ آپ کی طرف لوگ انگلیوں سے اشارہ کرتے تھے، اور آپ ایک زمانہ تک اس میں مناظرہ کرتے اور اس فن پر سے اعتراضات دفع کرتے رہے۔ . . . کیوں کہ اس زمانہ میں امام صاحب علم کلام کو بہ سبب اصل دین ہونے کے جملہ علوم سے ارفع واعلیٰ خیال فرماتے تھے، پھر آپ کو الہام ہوا کی صحابۂ کرام وتابعین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا یہ طریقہ نہ تھا باوجود اس کے کہ وہ اس پر زیادہ قادر تھے اور اس کو زیادہ جانتے تھے، بلکہ انھوں نے اس سے سخت منع کیا اور انھوں نے سوائے شرعیات ومسائل فقہیہ کے تعلیم کے کسی کام پر وقت صرف نہ کیا؛ اس وجہ سے امام صاحب نے طریقۂ جدل کو ناپسند کیا"۔ [جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، ص ۵۸، نویں فصل آپ کی پیدائش ونشو ونما اور علم کی طرف توجہ کے بیان میں]

حضرت حماد ابن ابی سلیمان کے حلقۂ درس میں:

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کلامی مجلسِ درس تدریس حضرت حماد بن ابی سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فقہی حلقۂ درس کے قریب تھی، ان ہی ایام میں جب کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم کلام میں غایتِ اشتغال سے بے زار ہو رہے تھے اور آپ کے دل میں من جانب اللہ مسائل فقہیہ کی رغبت ومحبت ڈال دی گئی تھی ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے فوراً ہی آپ کو حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فقہی حلقۂ درس میں پہنچا دیا۔——— اس کی تفصیل امام صاحب خود اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"كنت أنظر في الكلام حتى بلغت فيه مبلغا يشار إلي فيه بالأصابع وكنا نجلس بالقرب من حلقة حماد بن أبي سليمان فجاءتني امرأة فقالت لي: رجل له امرأة أمة أراد أن يطلقها للسنة كم يطلقها؟ فلم أدرما أقول فأمرتها أن تسأل حماداً ثم ترجع فتخبرني فسألت حماداً فقال: يطلقها وهي طاهر من الحيض والجماع تطليقة ثم يتركها حتى تحيض حيضتين فإذا اغتسلت فقد حلت للأزواج فرجعت فأخبرتني فقلت: لا حاجة لي في الكلام وأخذت نعلي فجلست إلى حماد". [تاريخ بغداد، ج١٣، ص ٣٣٣، دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان]

[ترجمہ] میں علم کلام کی تحصیل میں مصروف تھا یہاں تک کہ اس فن میں اس مرتبۂ کمال پر فائز ہو گیا کہ لوگ میری طرف انگلیوں سے اشارہ کرنے لگے، ہماری کلامی مجلسِ درس تدریس حضرت حماد بن ابی سلیمان کے فقہی حلقۂ درس کے بالکل قریب تھی، ایک دن ایک عورت میرے پاس آئی اور پوچھا: ایک مرد اپنی باندی بیوی کو سنت کے مطابق طلاق دینا چاہتا ہے تو وہ کیسے طلاق دے؟ مجھے اس کا جواب سمجھ میں نہیں آیا تو میں نے اس سے کہا: حماد بن ابی سلیمان سے جا کر پوچھو اور وہ جو جواب دیں مجھے آکر بتاؤ۔ اس عورت نے حضرت حماد سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا: وہ مرد اپنی بیوی کو ایک طلاق دے اس وقت جب کہ وہ حیض سے پاک ہو اور اس میں جماع نہ ہو، پھر اسے چھوڑے رکھے یہاں تک کہ دو بار حیض آجائے، تو جب دوسرے حیض سے فارغ ہونے کے بعد غسل کرلے تو اب اسے دوسرے مردوں سے نکاح کرنا حلال ہو جائے گا۔

اس عورت نے واپس آکر مجھے یہ جواب بتایا تو میں نے کہا: مجھے علم کلام کی ضرورت نہیں ہے اور کلامی مجلس سے اپنا جوتا لے کر نکلا اور حضرت حماد کے فقہی حلقۂ درس میں جا کر بیٹھ گیا۔

اس طرح سے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم کلام کے بعد علم فقہ کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت حماد بن ابی سلیمان کے حلقۂ درس میں شامل ہو گئے اور انتہائی ذوق وشوق اور غایتِ انہماک کے ساتھ اٹھارہ سال تک ان سے اکتساب فیض کرتے رہے۔

الگ درس گاہ قائم کرنے کا خیال :

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شروع میں حضرت حماد بن ابی سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درس گاہ میں حاضر ہوئے تو ایک طرف بیٹھتے رہے، لیکن چند ایام میں آپ کے استاذ نے اندازہ کرلیا کہ پورے حلقۂ درس میں کوئی بھی ذہانت وفطانت اور فہم وفراست میں آپ کا ہم پلہ نہیں ہے؛ اس لیے انھوں نے حکم دے دیا کہ ابوحنیفہ کے علاوہ کوئی شخص صدر مجلس میں میرے سامنے نہ بیٹھے۔اس طرح دس سال آپ ان کی صحبت میں رہ کر فقہی تعلیم حاصل کرتے رہے، پھر آپ کے دل میں خیال ہوا کہ اپنا حلقۂ درس الگ قائم کرلیں، چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں:

" فصحبته عشر سنين ثم نازعتني نفسي الطلب للرياسة فأحببت أن اعتزله وأجلس في حلقة لنفسي فخرجت يوما بالعشي وعزمي أن أفعل فلما دخلت المسجد فرأيته لم تطب نفسي أن أعتزله فجئت وجلست معه ".[تاريخ بغداد،ذكر من اسمه النعمان،ج١٣،ص ٣٣٣، دارالكتب العلمية ، بيروت ،لبنان]

[ترجمہ] میں دس سال ان کی صحبت میں رہا، پھر میرے دل میں سرداری کی خواہش ہوئی اور میں نے ان سے الگ اپنا حلقۂ درس قائم کرنا چاہا، اور ایک دن اسی عزم وارادہ کے ساتھ شام کے وقت گھر سے نکلا، لیکن جیسے ہی مسجد میں داخل ہوا اور حضرت حماد پر نظر پڑی دل نے ان سے الگ ہونا گوارہ نہ کیا اور میں خاموشی سے ان کی مجلس میں آکر بیٹھ گیا۔

مگر خدا کا کرنا دیکھیے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس خواہش کی تکمیل کتنے عمدہ طریقے سے ہوئی کہ استاذ کا ادب واحترام بھی ملحوظ رہا اور الگ درس گاہ قائم کرنے کے فوائد ونقصانات بھی ظاہر ہوگئے، چنانچہ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے امام صاحب خود فرماتے ہیں کہ:

"اسی شب خبر آئی کہ بصرہ میں حضرت حماد کے ایک رشتہ دار کا انتقال ہوگیا اور ان کے علاوہ کوئی دوسرا اس کا وارث بھی نہیں ہے؛ اس لیے وہ مجھے اپنی جگہ بٹھا کر بصرہ تشریف لے گئے اور دو ماہ تک اپنے حلقۂ درس میں حاضر نہ ہوسکے، اس درمیان میرے سامنے ایسے مسائل بھی آئے جن کے بارے میں حضرت حماد سے کچھ بھی نہیں سنا تھا، میں ان نئے مسائل کے جو جوابات دیتا انھیں اپنی یادداشت میں لکھ بھی لیتا تھا، اس طرح ساٹھ نئے مسائل پیش ہوئے جن کے جوابات میں نے اپنے اجتہاد سے بیان کیے، پھر جب حضرت حماد بصرہ سے واپس ہوئے تو میں نے ان کے سامنے وہ سارے مسائل رکھ دیے، انھوں نے چالیس مسائل میں اتفاق کیا اور بیس مسائل میں اختلاف کیا، اس کے بعد میں نے قسم کھالی کہ جب تک وہ زندہ رہیں گے ان کے حلقۂ درس سے الگ نہیں ہوں گا، اس طرح میں حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے آخری لمحات تک ان کے حلقۂ درس میں شریک رہا۔[تاریخ بغداد، ذکر من اسمہ النعمان، ج ۱۳، ص ۳۳۴، دارالکتب العلمیۃ ، بیروت، لبنان]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

" قدمت البصرة فظننت أني لا أسأل عن شيء إلا أجبت فيه فسألوني عن أشياء لم يكن عندي فيها جواب فجعلت على نفسي أن لا أفارق حمادا حتى يموت فصحبته ثماني عشرة سنة ".[تاريخ بغداد،ذكر من اسمه النعمان ، ج١٣،ص ٣٣٤، دارالكتب العلمية ، بيروت ،لبنان]

[ترجمہ] میں بصرہ آیا، میرا خیال تھا کہ مجھ سے جو مسئلہ بھی دریافت کیا جائے گا میں اس کا جواب دے دوں گا، لیکن وہاں لوگوں نے مجھ سے بعض ایسے مسائل دریافت کیے جن کا میرے پاس کوئی جواب نہ تھا؛ اسی وقت میں نے عہد کرلیا کہ میں حضرت حماد کی زندگی میں کبھی ان سے الگ نہیں ہوں گا، تو میں اٹھارہ سال ان کی خدمت میں رہا۔

آپ کے معروف اساتذۂ کرام:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اساتذۂ کرام کی تعداد چالیس ہزار بتائی جاتی ہے، لیکن جمال الدین ابویوسف مزی نے آپ کے بعض اساتذہ کا شمار اس طرح کیا ہے:

[۱] ابراہیم بن محمد بن منتشر [۲] اسماعیل بن عبدالملک بن ابی الصفیراء [۳] جبلۃ بن سحیم [۴] ابو ہند حارث بن عبد الرحمان

ہمدانی[۵]حسن بن عبید اللہ[۶]حکم بن عتیبہ[۷]حماد بن ابی سلیمان[۸]خالد بن علقمہ[۹]ربیعہ بن ابی عبد الرحمان[۱۰]زبید الیامی[۱۱]زیاد بن علاقہ[۱۲]سعید بن مسروق ثوری[۱۳]سلمہ بن کہیل[۱۴]سماک بن حرب[۱۵]ابورؤبہ شداد ابن عبدالرحمان[۱۶]شیبان بن عبدالرحمان نحوی[۱۷]طاؤس بن کیسان[۱۸]ابوسفیان طریف سعدی[۱۹]ابوسفیان طلحہ بن نافع[۲۰]عاصم بن کلیب[۲۱]عاصم بن ابی النجود[۲۲]عامر شعبی[۲۳]عبداللہ بن ابی حبیبہ[۲۴]عبداللہ بن دینار[۲۵]عون بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود[۲۶]قابوس بن اُبی[۲۷]ابو امیہ عبدالکریم بصری[۲۸]عبدالملک بن عمیر[۲۹]عدی بن ثابت انصاری[۳۰]عطا بن ابی رباح[۳۱]عطا بن سائب[۳۲]عطیہ بن سعد عوفی[۳۳]عکرمہ مولی ابن عباس[۳۴]علقمہ بن مرثد[۳۵]علی بن اقمر[۳۶]علی بن حسن الزراد[۳۷]عمرو بن دینار[۳۸]عوف بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود[۳۹]قابوس بن ابی ظبیان[۴۰]قاسم بن عبدالرحمان بن عبداللہ بن مسعود[۴۱]قتادہ بن دعامہ[۴۲]قیس بن مسلم جدلی[۴۳]محارب بن دثار[۴۴]محمد بن زبیر حنظلی[۴۵]محمد بن سائب کلبی[۴۶]ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب[۴۷]محمد بن قیس ہمدانی[۴۸]محمد بن مسلم بن شہاب زہری[۴۹]محمد بن منکدر[۵۰]مخول بن راشد[۵۱]مسلم البطین[۵۲]مسلم الملائی[۵۳]معن بن عبدالرحمان[۵۴]مقسم[۵۵]منصور بن معتمر[۵۶]موسی بن ابی عائشہ[۵۷]ناصح بن عبداللہ محلمی[۵۸]نافع مولی ابن عمر[۵۹]ہشام بن عروۃ[۶۰]ابوغسان الہیثم بن حبیب الصراف[۶۱]ولید بن سریع مخزومی[۶۲]یحیی بن سعید انصاری[۶۳]ابوحجیہ یحیی بن عبداللہ کندی[۶۴]یحیی بن عبداللہ الجابر[۶۵]یزید بن صہیب الفقیر[۶۶]یزید بن عبد الرحمان کوفی[۶۷]یونس بن عبداللہ ابن ابی فروہ[۶۸]ابواسحاق سبیعی[۶۹]ابوبکر بن عبداللہ بن ابی الجہم[۷۰]ابوجناب کلبی[۷۱]ابوحصین اسدی[۷۲]ابوزبیر مکی[۷۳]ابوالسوداء سلمی[۷۴]ابوعون ثقفی[۷۵]ابوفروۃ جہنی[۷۶]ابومعبد مولی ابن عباس[۷۷]ابویعفور عبدی۔ [تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، من اسمہ النعمان، ج ۲۹ص ۴۱۸ تا ۴۲۰، مکتبہ شاملہ]

امام اعظم ابوحنیفہ کا فقہی حلقۂ درس:

حضرت حماد بن سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲۰ھ میں جب اس دار فانی سے کوچ کر گئے، تو اہل علم کو ان کے جانشیں کی تلاش ہوئی اور ان کے شاگردوں کی نگاہِ انتخاب ان کے فرزند ارجمند حضرت اسماعیل بن حماد پر پڑی اور سب نے انھیں مسند تدریس پر بٹھا دیا، لیکن ان سے تمام شاگردوں کو تشفی نہ ہوسکی؛ کیوں کہ ان کی توجہ فن نحو و کلام کی طرف زیادہ تھی اور فقہ و فتویٰ میں وہ کمال نہیں تھا جس کی توقع تھی، پھر حضرت موسیٰ بن کثیر کو حضرت حماد کا جانشیں بنایا گیا؛ اس لیے کہ وہ ان کے شاگردوں میں تجربہ کار اور عمر کے لحاظ سے سب سے ممتاز تھے، وہ اگر چہ فقہ میں پورے ماہر نہ تھے، لیکن اکثر بزرگوں کی صحبت میں رہ چکے تھے؛ اس لیے لوگوں پر ان کا ایک خاص اثر تھا، چند روز تک ان کی وجہ سے حلقۂ درس قائم رہا، پھر وہ حج کے لیے چلے گئے تو سب نے باتفاق رائے امام اعظم ابوحنیفہ کا انتخاب کیا اور یہ کہا کہ: "إن هذا الخزاز حسن المعرفة وإن كان حدثا "یعنی یہ ریشم فروش فقہ کی اچھی معرفت رکھتا ہے، اگر چہ دوسروں کی بہ نسبت ابھی کم عمر ہے۔

امام صاحب نے بھی احباب کی بات مان لی اور فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ علم مرجائے۔ اس طرح سے آپ کا حلقۂ درس جاری ہوگیا اور حضرت حماد بن سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اونچے تلامذہ حلقۂ درس میں شریک ہوگئے۔ جب اس کی خبر عام ہوئی تو ابو یوسف، اسد بن عمرو، قاسم بن معن، زفر بن ہذیل، ولید بن ابان، ابوبکر ہذلی اور دوسرے اہل علم آنے لگے اور کوفہ کی مسجد اتنی پر کشش ہوگئی کہ امرا و حکام اور اعیان واشراف تک جمع ہونے لگے۔ [اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، ج ۱ص ۲۲، مکتبہ شاملہ/ جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان ص ۶۲، دسویں فصل فتویٰ دینے اور پڑھانے کے لیے بیٹھنے کے بیان میں]

آپ کے مشہور تلامذہ:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلامذہ بے شمار ہیں، ان میں سے بعض کا ذکر جمال الدین ابو یوسف مزی نے اس طرح کیا ہے:

[۱] ابراہیم بن طہمان[۲]ابیض بن اغر بن صباح منقری[۳]اسباط بن محمد قرشی[۴]اسحاق بن یوسف ازرق[۵] قاضی اسد بن

عمرو بجلی[۶] اسماعیل بن یحیی صیرفی[۷] ایوب بن ہانی جعفی[۸] جارود بن یزید نیسابوری[۹] جعفر بن عون[۱۰] حارث بن نبہان[۱۱] حبان بن علی عنزی[۱۲] حسن بن زیاد لؤلؤی[۱۳] حسن بن فرات قزاز[۱۴] حسین بن حسن بن عطیہ عوفی[۱۵] قاضی حفص بن عبد الرحمان بلخی[۱۶] حکام بن سلم رازی[۱۷] ابو مطیع حکم بن عبد اللہ بلخی[۱۸] حماد بن ابی حنیفہ[۱۹] حمزہ بن حبیب زیات[۲۰] خارجہ بن مصعب سرخسی[۲۱] داؤد بن نصیر طائی[۲۲] ابو ہذیل زفر بن ہذیل تمیمی[۲۳] زید بن حباب عکلی[۲۴] سابق الرقی[۲۵] قاضی شیراز سعد بن صلت[۲۶] سعید بن ابی جہم قابوسی[۲۷] سعید بن سلام بن ابی الہیفاء عطار بصری[۲۸] سلم بن سالم بلخی[۲۹] سلیمان بن عمرو نخعی[۳۰] سہل بن مزاحم[۲۸] شعیب بن اسحاق دمشقی[۲۹] صباح بن محارب[۳۰] صلت بن حجاج کوفی[۳۱] ابو عاصم ضحاک بن مخلد[۳۲] عامر بن فرات نسوی[۳۳] عائذ بن حبیب[۳۴] عباد بن عوام[۳۵] عبد اللہ بن مبارک[۳۶] عبد اللہ بن یزید مقری[۳۷] ابو یحیی عبد الحمید بن عبد الرحمان حمانی[۳۸] عبد الرزاق بن ہمام[۳۹] عبد العزیز بن خالد ترمذی[۴۰] عبد الکریم بن محمد جرجانی[۴۱] عبد المجید بن عبد العزیز بن ابی رواد[۴۲] عبد الوارث بن سعید[۴۳] عبید اللہ بن زبیر قرشی[۴۴] عبید اللہ بن عمرو الرقی[۴۵] عبید اللہ بن موسی[۴۶] عتاب بن محمد بن شوذب[۴۷] قاضی علی بن ظبیان کوفی[۴۸] علی بن عاصم واسطی[۴۹] علی بن مسہر[۵۰] عمرو بن محمد عنقزی[۵۱] ابو قطن عمرو بن ہیثم قطعی[۵۲] عیسی بن یونس[۵۳] ابو نعیم فضل بن دکین[۵۴] فضل بن موسی سینانی[۵۵] قاسم بن حکم عرنی[۵۶] قاسم بن معن مسعودی[۵۷] قیس بن ربیع[۵۸] محمد بن ابان عنبری کوفی[۵۹] محمد بن بشر عبدی[۶۰] محمد بن حسن بن آتش صنعانی[۶۱] محمد بن حسن شیبانی[۶۲] محمد بن خالد وہبی[۶۳] محمد ابن عبد اللہ انصاری[۶۴] محمد بن فضل بن عطیہ [۶۵] محمد بن قاسم اسدی[۶۶] محمد بن مسروق کوفی[۶۷] محمد بن یزید واسطی [۶۸] مروان بن سالم[۶۹] مصعب بن مقدام[۷۰] معافی بن عمران موصلی[۷۱] مکی بن ابراہیم بلخی[۷۲] ابو سہل نصر بن عبد الکریم بلخی المعروف بالصیقل[۷۳] نصر بن عبد الملک عتکی [۷۴] ابو غالب نضر بن عبد اللہ ازدی[۷۵] نضر بن محمد مروزی[۷۶] نعمان بن عبد السلام اصبہانی[۷۷] قاضی نوح بن دراج [۷۸] ابو عصمہ نوح بن ابی مریم[۷۹] ہشیم بن بشیر[۸۰] ہوذہ بن خلیفہ[۸۱] ہیاج بن بسطام برجمی[۸۲] وکیع بن الجراح[۸۳] یحیی بن ایوب مصری[۸۴] یحیی بن نصر بن حاجب[۸۵] یحیی ابن یمان[۸۶] یزید بن زریع[۸۷] یزید بن ہارون[۸۸] یونس بن بکیر شیبانی [۸۹] ابو اسحاق فزاری[۹۰] ابو حمزہ سکری[۹۱] ابو سعد صاغانی[۹۲] ابو شہاب حناط[۹۳] ابو مقاتل سمرقندی[۹۴] قاضی ابو یوسف۔ [تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، من اسمہ النعمان، ج۲۹، ص ۴۲۰ تا ۴۲۲، مکتبہ شاملہ]

تلامذہ سے محبت اوران کی امداد:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے تلامذہ اور حلقہ نشینوں کا بہت خیال رکھتے تھے، ان سے بے پناہ محبت فرماتے، ان کے دکھ درد میں شریک ہوتے اور ضرورت مند تلامذہ کو اتنا نوازتے کہ وہ دوسروں سے بے نیاز ہوجاتے تھے۔ قاضی ابوعبداللہ حسین بن علی صیمری اپنی کتاب "اخبار ابی حنیفہ واصحابہ" میں لکھتے ہیں:

"كان يصبر على من يعلمه وإن كان فقيرا أغناه وأجرى عليه وعلى عياله حتى يتعلم فإذا تعلم قال له قد وصلت إلى الغنى الأكبر بمعرفة الحلال والحرام".[أخبار أبي حنيفة وأصحابه، ج۱، ص ۵۹]

[ترجمہ] امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے تلامذہ کا خوب خیال رکھتے، اگر کوئی طالب علم محتاج ہوتا تو اسے غنی کردیتے، اس کا اور اس کے اہل خانہ کا وظیفہ جاری فرمادیتے اور یہ سلسلہ چلتا رہتا یہاں تک کہ وہ اپنی تعلیم مکمل کرلیتا، جب وہ عالم ہوجاتا تو اس سے فرماتے: اب تم حلال وحرام کی معرفت کی وجہ سے غنائے اکبر کی منزل پر فائز ہوچکے ہو۔

اسی کتاب میں ہے کہ حضرت حسن بن زیاد لؤلؤی جو امام صاحب کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں، جب وہ امام صاحب کی مجلس میں شریک ہونے لگے تو ان کے والد نے امام صاحب سے کہا: میری کئی بیٹیاں ہیں اور حسن کے علاوہ کوئی میرا ہاتھ بٹانے والا نہیں ہے؛ اس لیے میں بہت پریشان ہوں، امام صاحب نے حسن بن زیاد کو بلاکر فرمایا: إن أباك قال كيت وكيت ،الزم فإني لم أر فقيها قط فقيرا . تمھارے

والد ایسا ایسا کہہ رہے تھے، تم میرے پاس رہو، میں نے کسی فقیہ کو فقیر نہیں دیکھا۔ ساتھ ہی اپنے پاس سے ان کا وظیفہ جاری کر دیا جو ان کی فراغت تک برابر جاری رہا۔ [اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، ج۱، ص۱۳۶، مکتبہ شاملہ]

علامہ شیخ شہاب الدین احمد ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

"ولید بن قاسم نے کہا کہ امام صاحب کریم الطبع تھے اپنے اصحاب کا خیال رکھتے اور مواسات (غم خواری) فرماتے۔

عصام نے کہا کہ کسی شخص کو اپنے شاگردوں کا ایسا خیال نہ تھا جس طرح امام صاحب کو تھا حتیٰ کہ اگر کسی کے بدن پر مکھی بھی بیٹھتی تو اس کی ناگواری امام صاحب پر محسوس ہوتی تھی۔

کسی نے آپ کے ایک شاگرد کے متعلق بیان کیا کہ وہ اپنی چھت پر سے گر گیا۔ یہ سن کر امام صاحب نے زور سے چیخ ماری جس کو تمام مسجد والوں نے سنا اور گھبرائے ہوئے ننگے پاؤں کھڑے ہوئے پھر روئے اور فرمایا: اگر اس مصیبت کا اٹھا لینا میرے امکان میں ہوتا تو میں اس کو ضرور اٹھا لیتا اور تا صحت روزانہ صبح و شام اس کی عیادت کو تشریف لے جایا کرتے تھے۔ [جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، ص۱۳۹، استانبول، ترکی]

امام ابو یوسف کا بیان:

آپ کے تلمیذ رشید قاضی ابو یوسف کا بیان ہے کہ میں عسرت و تنگ دستی میں امام صاحب کے پاس حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کر رہا تھا، ایک دن میرے والد آئے اور مجھے درس سے اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے اور کہا: بیٹا! ابوحنیفہ خوش حال آدمی ہیں اور تم تنگ دست ہو؛ اس لیے تم ان کی برابری نہ کرو، اس کے بعد میں نے اپنے والد کی اطاعت و فرماں برداری میں امام صاحب کے پاس آنا جانا بند کر دیا، امام صاحب نے میری غیر حاضری کے بارے میں حلقہ نشینوں سے دریافت کیا، چند دنوں کے بعد جب دوبارہ میں ان کی مجلس میں حاضر ہوا تو غیر حاضری کی وجہ معلوم کی، میں نے معاشی الجھن بیان کی اور والد کی اطاعت کا حوالہ دیا، مجلس درس ختم ہونے پر امام صاحب نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا، جب سب لوگ چلے گئے تو ایک تھیلی دی اور کہا کہ اپنا کام چلاؤ اور برابر مجلس درس میں آتے رہو، جب یہ رقم ختم ہو جائے تو مجھے خبر دینا، میں نے دیکھا تو اس تھیلی میں سو درہم تھے، چند دنوں کے بعد بغیر کچھ کہے سنے سو دینا کی دوسری تھیلی دی، پھر تو یہ سلسلہ جاری رہا اور میں نے بڑے اطمینان و سکون سے اپنی تعلیم مکمل کی، میں نے کبھی ان سے حاجت بیان نہیں کی اور نہ ہی مال ختم ہو جانے کی اطلاع دی، ایسا لگتا تھا کہ انھیں من جانب اللہ اطلاع ہو جاتی تھی، وہ مجھے عطا کرتے رہے یہاں تک کہ میں غنی اور مال دار ہو گیا۔ [اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، ج۱، ص۹۹، مکتبہ شاملہ]

ذریعۂ معاش:

ریشم کی تجارت کرنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاندانی پیشہ تھا، ان کے یہاں ریشم بنانے اور ریشمی کپڑے تیار کرنے کا بہت بڑا کارخانہ تھا جس میں بہت سے کاری گر اور مزدور کام کر کے اپنی روزی روٹی کا انتظام کرتے تھے، اس کے علاوہ بازار میں ریشمی کپڑوں کی بہت بڑی دکان بھی تھی جس میں اپنے کارخانے کے تیار شدہ ریشمی کپڑے اور دوسرے نوع بنوع کے کپڑے فروخت ہوتے تھے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں:

"كان من أذكياء بني آدم، جمع الفقه والعبادة والورع والسخاء.وكان لا يقبل جوائز الدولة بل ينفق و يؤثر من كسبه. له دار كبيرة لعمل الخز، وعنده صُناع وأجراءُ". [العبر في خبر من غبر،ج١،ص١٦٤،دار الكتب العلمية ، بيروت،لبنان]

[ترجمہ] ابوحنیفہ ذہین ترین انسانوں میں سے تھے، انھوں نے فقہ، عبادت، پرہیز گاری اور سخاوت کو اپنی ذات میں جمع کر لیا تھا، وہ حکومت کے عطیات قبول نہیں کرتے تھے، بلکہ خود اپنی کمائی سے دوسروں پر خرچ کرتے تھے اور اپنی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دیتے تھے، ان کے یہاں ریشم بنانے اور ریشمی کپڑا بننے کا بہت بڑا کارخانہ تھا جس میں بہت سے کاری گر اور مزدور کام کرتے تھے۔

ریشمی کپڑے کی دکان:

کوفہ شہر کے بیچ میں جامع مسجد اور دار الامارت کے پاس صحابی رسول حضرت عمرو بن حریث مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عظیم الشان اور بابرکت مکان میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ریشمی کپڑوں کی دکان تھی جس کی شہرت عام تھی، چنانچہ خطیب بغدادی نے لکھا ہے:

"كان أبو حنيفة خزازا ودكانه معروف في دار عمرو بن حريث".[تاريخ بغداد ، ذكر من اسمه النعمان، ج ١٣، ص٣٢٦، دارالكتب العلمية ،بيروت ،لبنان]

[ترجمہ] ابوحنیفہ ریشم فروش تھے اور کوفہ میں ان کی دکان حضرت عمرو بن حریث کے مکان میں مشہور تھی۔

اس مکان اور دکان کی اہمیت سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ حضرت ابوسعید عمرو بن حُریث مخزومی قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصال نبوی کے وقت بارہ سال کے تھے۔ایک قول یہ ہے کہ غزوۂ بدر کے سال ان کی والدہ انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں، آپ نے ان کے سر پر دست شفقت پھیرا اور ان کے لیے بیع وشرا میں برکت اور فراوانی رزق کی دعا فرمائی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرو بن حریث بیان فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میرے بھائی سعید بن حُریث مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے، اس وقت آپ سونا تقسیم فرما رہے تھے، مجھے بھی ایک ٹکڑا عنایت فرمایا، میں نے دل میں کہا کہ اس کو جس چیز میں لگاؤں گا برکت ہوگی، اس کا آخری حصہ اس مکان میں لگایا ہے، اس کا نتیجہ راوی کے بیان کے مطابق یہ ہوا کہ انھوں نے بہت زیادہ مال کمایا اور وہ کوفہ کے سب سے بڑے مال دار ہوگئے۔[اسد الغابہ، ج ۲، ص ۳۴۵، مکتبہ شاملہ]

حضرت عمرو بن حریث جنگ قادسیہ میں شریک تھے اور جب ۱۴ھ میں کوفہ آباد ہوا تو وہیں چلے آئے، اور جامع مسجد کے پہلو میں ایک بڑا مکان تعمیر کیا، ابن سعد فرماتے ہیں:

" نَزَلَ عَمْرُو بْنُ حُرَيْثٍ الْكُوفَةَ وَابْتَنَى بِهَا دَارًا إِلَى جَانِبِ الْمَسْجِدِ وَهِيَ كَبِيرَةٌ مَشْهُورَةٌ فِيهَا أَصْحَابُ الْخَزِّ الْيَوْمَ".[الطبقات الكبرىٰ لابن سعد ، ج٦، ص ٢٣، المكتبه الشاملة]

[ترجمہ] عمرو بن حریث کوفہ تشریف لائے اور وہاں مسجد کے پہلو میں ایک مکان تعمیر کیا، یہ مکان بہت بڑا اور مشہور ہے، آج کل (تیسری صدی ہجری میں) اس میں ریشم کا کاروبار کرنے والے رہتے ہیں۔

اس مکان میں دکان حاصل کرنے کے لیے بڑی کوشش کی جاتی تھی؛ کیوں کہ اس کی ہر دکان میں اس طرح خیر وبرکت ہوتی تھی کہ معمولی معمولی دکان دار چند دنوں میں اچھے خاصے مال دار ہو جاتے تھے۔

خرید وفروخت میں دیانت:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تجارت نہایت وسیع تھی، اکثر شہر میں آپ کے کارندے رہتے تھے، بڑے بڑے سوداگروں سے لین دین رہتا تھا، مگر اس کے باوجود احتیاط اور دیانت کا حال یہ تھا کہ کبھی ناجائز، بلکہ مشکوک طریقے سے ایک پیسہ بھی ان کے خزانہ میں داخل نہیں ہوسکتا تھا، اس احتیاط میں کبھی کبھی آپ کو بہت نقصان بھی اٹھانا پڑتا تھا مگر آپ کو اس کی پروا نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ خطیب بغدادی "تاریخ بغداد" میں نقل کرتے ہیں:

"حفص بن عبدالرحمٰن امام ابوحنیفہ کے شریکِ تجارت تھے، امام صاحب ان کے پاس مال بھیجتے رہتے تھے، ایک مرتبہ آپ نے مال بھیجا اور ان کو بتادیا کہ فلاں فلاں کپڑے میں عیب ہے، جب اسے فروخت کرنا تو خریدار کو بتادینا، مگر حفص بن عبدالرحمٰن بھول گئے اور عیب بتائے بغیر اسے بیچ دیا اور یہ معلوم بھی نہیں رہا کہ کس سے بیچا ہے۔ جب امام اعظم ابوحنیفہ کو اس کا علم ہوا تو انھوں نے اس کی پوری قیمت صدقہ کردی"۔ [تاریخ بغداد، ذکر من اسمہ النعمان، ج ۱۳، ص ۳۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان]

جعفر بن عون عمری فرماتے ہیں: ایک عورت امام ابوحنیفہ کے پاس ریشم کا کپڑا خریدنے آئی، آپ نے کپڑا دکھایا تو اس عورت نے کہا: میں غریب عورت ہوں اور یہ امانت کا معاملہ ہے؛ لہٰذا یہ کپڑا آپ مجھے بغیر نفع لیے دے دیجیے۔تو امام صاحب نے فرمایا: اسے چار درہم میں لے لو، یہ سن کر اس عورت نے کہا: میں سن رسیدہ عورت ہوں، آپ مجھ سے مذاق نہ کریں۔

امام اعظم ابوحنیفہ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: سنو! میں تم سے مذاق نہیں کر رہا ہوں، واقعہ یہ ہے کہ میں نے ایک ساتھ دو کپڑے لیے تھے، ان میں سے ایک میں نے فروخت کردیا اور چار درہم کے علاوہ پوری قیمت وصول ہو چکی ہے؛ اس لیے اب میرا صرف چار

درہم باقی رہ گیا ہے؛لہذا تم چار درہم میں یہ کپڑا لے لو۔[تاریخ بغداد، ذکر من اسمہ النعمان، ج ۱۳،ص ۳۵۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان]

ملیح بن وکیع کے والد بیان کرتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہ کی دکان پر بیٹھا تھا، ایک بوڑھی عورت ریشمی کپڑا بیچنے آئی، امام ابوحنیفہ نے قیمت دریافت کی تو اس نے سو درہم بتایا۔ امام ابوحنیفہ نے کہا: یہ کپڑا اس سے زیادہ قیمت کا ہے، تو اس نے دوسو درہم بتایا، آپ نے کہا: یہ کپڑا اس سے بھی زیادہ قیمت کا ہے، اس نے تین سو درہم کہا، آپ نے کہا: اس سے بھی زیادہ قیمت کا ہے، اس نے چار سو درہم بتایا، آپ نے کہا: یہ کپڑا اس سے بھی زیادہ قیمت کا ہے۔

بوڑھی عورت نے سمجھا کہ امام صاحب تفریح کررہے ہیں۔تو امام ابوحنیفہ نے فرمایا: تم کسی مرد کو بلالاؤ جو اس کا واجبی دام بتائے، وہ عورت ایک مرد کو بلاکر لے آئی اور امام صاحب نے وہ کپڑا پانچ سو درہم میں خریدا"۔[اخبار ابی حنیفۃ، ذکر ما روی فی امانۃ ابی حنیفۃ، ج ۱،ص ۵۰، مکتبہ شاملہ]

وفورِعقل:

علامہ شیخ شہاب الدین احمد بن حجر مکی فرماتے ہیں: خطیب نے ابن مبارک سے روایت کی کہ میں نے کسی شخص کو امام اعظم ابوحنیفہ سے زیادہ عقل مند نہ دیکھا۔

خلیفہ ہارون رشید سے مروی ہے کہ ان کے سامنے امام اعظم ابوحنیفہ کا تذکرہ ہوا، تو ہارون رشید نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں دعاے رحمت کی اور کہا کہ وہ عقل کی آنکھ سے وہ چیز دیکھتے تھے جو دوسرا سر کی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

علی بن عاصم سے روایت ہے کہ اگر امام اعظم ابوحنیفہ کی عقل روے زمین والوں کی عقلوں سے تولی جائے تو ضرور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عقل راجح ہوگی۔

محمد بن عبداللہ انصاری سے مروی ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کی بات چیت، کام کاج، چلنے پھرنے، آنے جانے میں ان کی عقل کا پتہ چلتا تھا۔

بکر بن حبیش نے کہا: اگر امام اعظم ابوحنیفہ کے زمانہ کے تمام لوگوں کی عقلیں اور امام صاحب کی عقل جمع کی جاتی تو امام اعظم ابوحنیفہ کی عقل ان سب لوگوں کی عقلوں پر راجح ہوتی۔[جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، ص ۱۰۲، ۱۰۳، استانبول، ترکی]

خوف وخشیت الٰہی:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں خوف وخشیت خداوندی کا کس قدر غلبہ تھا اس کا اندازہ ان کے تلامذہ ومعاصرین کے مندرجہ ذیل بیانات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔شیخ شہاب الدین احمد بن حجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"رات کو جب آپ نماز ادا فرماتے تو چٹائی پر آپ کے آنسو کے گرنے کی آواز اس طرح آتی جس طرح بارش کے قطرے گرتے ہوں۔ رونے کا اثر آپ کی آنکھوں اور رخساروں پر نظر آتا تھا۔

اسد بن عمرو نے کہا: "امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رونا شب میں سنا جاتا، یہاں تک کہ آپ کے پڑوسی آپ پر ترس کھاتے۔

حضرت وکیع فرماتے ہیں:"بخدا آپ بہت دیانت دار تھے اور خدا کی جلالت وکبریائی آپ کے قلب میں راسخ تھی۔آپ اپنے رب کی رضا کو ہر چیز پر ترجیح دیتے، اگر اللہ تعالیٰ کے بارے میں ان پر تلواریں پڑتیں، اس کو سہار لیتے اور وہ اپنے رب کی رضا نہ چھوڑتے۔آپ کا رب آپ سے ایسا راضی ہوا جیسے ابرار سے ہوتا ہے، اور امام اعظم واقعی ابرار میں سے تھے۔

ابوالاحوص نے کہا: اگر کوئی شخص امام صاحب سے یہ کہتا کہ آپ تین دن میں انتقال فرمائیں گے تو جو کچھ آپ کا معمول تھا اس میں زیادہ نہ فرماتے۔یعنی ہر روز اس قدر عبادت کرتے تھے جتنی عبادت وہ شخص کرتا ہے جسے یہ معلوم ہو کہ میں آج کے تیسرے دن مرجاؤں گا۔

ایک روز امام اعظم ابوحنیفہ کہیں جارہے تھے کہ لاعلمی میں آپ کا پاؤں ایک لڑکے کے پاؤں پر آگیا۔اس لڑکے نے کہا: اے شیخ کیا تم قیامت کے روز خدا کے انتقام سے نہیں ڈرتے؟ آپ نے یہ بات سنی تو غش کھا کر گر گئے، کچھ دیر بعد ہوش آیا تو کسی نے عرض کیا: اس لڑکے کی بات نے آپ کے دل پر اتنا عظیم اثر کیا؟ آپ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ یہ کلمہ اسے تلقین ہوا ہے۔[جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، بتغیر یسیر،ص ۸۶ تا ۹۰، استانبول، ترکی]

یزید بن کمیت جو اللہ کے نیک بندوں میں سے ہیں، وہ فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ کے دل میں خشیتِ الٰہی بہت زیادہ تھی، ایک شب علی بن حسین مؤذن نے نماز عشا میں "سورۂ اذا زلزلت الارض" پڑھی اور امام اعظم ابوحنیفہ مقتدی تھے، جب نماز سے فارغ ہوئے اور لوگ چلے گئے تو میں نے دیکھا کہ امام صاحب متفکر بیٹھ کر ٹھنڈی سانس لے رہے ہیں، میں وہاں سے اٹھ گیا تا کہ آپ کا دل مشغول نہ ہو اور قندیل کو روشن ہی چھوڑ دیا، اس میں صرف تھوڑا سا تیل تھا، پھر طلوع فجر کے بعد میں نے دیکھا کہ قندیل روشن ہے اور امام صاحب اپنی ریش مبارک پکڑے کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں: اے وہ جو ذرۂ خیر کی مقدار جزاے خیر دے گا اور ذرۂ شر کی مقدار جزاے شر دے گا! اپنے بندے نعمان کو آگ سے بچالے، کہ وہ آگ کے قریب بھی نہ جائے اور اس کو اپنی وسیع رحمت میں داخل کر لے۔ میں نے فجر کے لیے اذان دی، پھر جب اندر گیا تو امام صاحب نے پوچھا: کیا قندیل لینا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: میں صبح کی اذان بھی دے چکا۔ فرمایا: جو کچھ تم نے دیکھا اسے چھپانا، کسی پر ظاہر نہ کرنا، پھر دو رکعت سنتِ فجر پڑھ کر بیٹھے یہاں تک کہ نمازِ فجر کی تکبیر ہوئی اور آپ نے ہم لوگوں کے ساتھ فجر کی نماز اول شب کے وضو سے پڑھی۔
[تاریخ بغداد، ذکر من اسمہ النعمان، ج ۱۳، ص ۳۵۵، ۳۵۶، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان]

تقویٰ و پرہیز گاری:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقویٰ و پرہیز گاری کے بلند مقام پر فائز تھے۔ ابن مبارک فرماتے ہیں: میں کوفہ پہنچا تو لوگوں سے پوچھا کہ یہاں سب سے بڑا زاہد کون ہے؟ سب لوگوں نے کہا کہ امام ابوحنیفہ ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) [تاریخ بغداد، ذکر من اسمہ النعمان، ج ۱۳، ص ۳۵۶، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان]

حسن بن صالح فرماتے ہیں کہ امام صاحب بہت بڑے پرہیز گار تھے، حرام سے ڈرتے، بلکہ صرف شبہہ کی وجہ سے بہت سی حلال چیزیں بھی چھوڑ دیتے تھے، میں نے کسی فقیہ کو آپ سے زیادہ اپنی جان اور علم کا بچانے والا نہ دیکھا۔ [جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، ص ۹۷، استانبول، ترکی]

آپ کے بے مثال تقویٰ و پرہیز گاری کا اندازہ اس بات سے بخوبی کیا جا سکتا ہے کہ ایک بار کوفہ کی بکریوں میں ایک چھینی ہوئی بکری مل گئی، آپ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ کتنے دنوں تک بکری زندہ رہتی ہے؟ لوگوں نے کہا: سات سال تک۔ امام صاحب نے سات سال تک بکری کا گوشت نہیں کھایا۔

اسی زمانہ میں بعض فوجیوں کو دیکھا کہ اس نے گوشت کھا کر اس کا بقیہ حصہ کوفہ کی نہر میں ڈال دیا تو آپ نے مچھلی کی عمر دریافت فرمائی، لوگوں نے کہا: اتنے سال۔ آپ نے اتنے زمانہ تک مچھلی کھانا چھوڑ دیا۔ [جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، ص ۱۰۰، استانبول، ترکی]

حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں:

''امام اعظم اپنے وقت کے فقیہ ہی نہیں، بلکہ فقہا کے امام تھے۔ تقویٰ و ورع میں آپ بے مثال تھے۔ اپنے مال کے ذریعے غریبوں کی مدد کرتے، جو سائل آتا اسے خالی نہ جانے دیتے۔ شب و روز عبادت میں اور علم سکھانے میں مصروف رہتے۔ کم گو اور خاموش طبع تھے۔ حلال و حرام کے مسائل پر تفصیل سے گفتگو فرماتے اور بادشاہ اور امرا کے مال سے دور رہتے۔ [تاریخ بغداد، ذکر من اسمہ النعمان، ج ۱۳، ص ۳۴۰، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان]

عبادت و ریاضت:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عابد شب زندہ دار بھی تھے، کثرت عبادت کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی اس پر کسی اور عبادت کا اضافہ کرنا چاہے تو نہیں ہو سکتا تھا۔ کثرت قیام کی وجہ سے آپ کو وتد (کیل) کہا جاتا تھا۔

ابو یحییٰ حمانی امام اعظم ابوحنیفہ کے بعض اصحاب کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: ''ابوحنیفہ عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھا کرتے تھے اور جب وہ رات میں نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے تھے تو اپنی زینت کرتے تھے اور داڑھی میں کنگھی کرتے تھے۔ [تاریخ بغداد، ذکر من اسمہ النعمان، ج ۱۳، ص ۳۵۴، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان]

مسعر بن کدام آپ کے معمولات وعبادت کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں:

”میں امام اعظم ابوحنیفہ کی مسجد میں حاضر ہوا، دیکھا کہ آپ نے فجر کی نماز پڑھی اور لوگوں کو درس دینے میں مشغول ہوگئے یہاں تک کہ آپ نے نماز ظہر ادا کی، پھر لوگوں کو عصر تک تعلیم دیتے رہے، پھر عصر ادا فرمائی، اسی طرح عصر سے مغرب اور مغرب سے عشا تک درس وتدریس میں مشغول رہے، پھر عشا پڑھ کر گھر تشریف لے گئے۔

آپ کا یہ معمول دیکھ کر میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ جب آپ کی تدریسی مصروفیات اس قدر ہیں تو آپ نفل عبادت کیسے کرتے ہوں گے، میں ضرور آپ پر نگاہ رکھوں گا۔ جب لوگ عشا پڑھ کر گھروں کو جاچکے تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ گھر سے صاف ستھرا لباس پہن کر مسجد میں تشریف لائے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ دولھا ہیں۔ آپ نفل نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ صبح طلوع ہوگئی، پھر آپ گھر تشریف لے گئے۔ جب کچھ دیر بعد واپس تشریف لائے تو لباس بدلا ہوا تھا۔ آپ نے فجر کی نماز با جماعت ادا کی اور پھر حسب دستور وہی درس وتدریس کا سلسلہ شروع ہوا جو عشا تک جاری رہا۔ میں نے خیال کیا کہ آج رات یہ ضرور آرام کریں گے، مگر دوسری رات بھی وہی معمول دیکھا تو میں نے یہ فیصلہ کیا کہ جب تک میں زندہ ہوں امام ابوحنیفہ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا؛ لہذا میں نے مستقل ان کی خدمت میں رہنے اور ان کی شاگردی اختیار کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ آگے فرماتے ہیں:

”میں نے امام اعظم کو دن میں کبھی بغیر روزہ کے نہیں دیکھا اور نہ ہی کبھی رات میں سوتے ہوئے پایا۔ البتہ ظہر سے قبل آپ کچھ دیر آرام کر لیا کرتے تھے۔ آپ کا ہمیشہ یہی معمول رہا“۔

علامہ ابن حجر مکی حضرت مسعر بن کدام کی زبانی امام اعظم ابوحنیفہ کے معمولات وعبادت کے بیان کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”مسعر بن کدام بھی بڑے خوش نصیب تھے کہ ان کا وصال امام اعظم ابوحنیفہ کی مسجد میں ایسی حالت میں ہوا جب وہ سجدہ کی حالت میں اپنی جبین نیاز بارگاہِ بے نیاز میں جھکا چکے تھے۔

[جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، ص ۸۲، ۸۳ استانبول، ترکی/ تاریخ بغداد، ذکر من اسمہ النعمان، ج ۱۳، ص ۳۵۴، ۳۵۵، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان]

عبداللہ ابن مبارک کے سامنے کسی نے امام اعظم ابوحنیفہ کی غیبت کی تو عبداللہ ابن مبارک نے فرمایا: تجھ پر افسوس ہے، تو ایسے شخص کی غیبت کرتا ہے جس نے پینتالیس سال تک ایک وضو سے پانچوں وقت کی نمازیں پڑھی ہیں، وہ ایک رکعت میں قرآن ختم فرماتے تھے، اور جو کچھ مجھے فقہ کا علم ہے وہ سب میں نے ان سے حاصل کیا ہے“۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: امام اعظم ابوحنیفہ ہر رات دن میں ایک ختم قرآن کرتے، اور رمضان شریف سے یوم عید تک باسٹھ (۶۲) ختم فرماتے۔ آپ بہت بڑے سخی تھے، علم سکھانے پر بڑے صابر تھے، جو کچھ آپ کو کہا جاتا اس پر تحمل فرماتے، غصہ سے دور رہتے، میں نے ان کو دیکھا کہ بیس برس تک اولِ شب میں وضو کیا اور اسی وضو سے فجر کی نماز پڑھی، اور جو شخص ہم سے قبل آپ کی خدمت میں رہا اس نے کہا: چالیس سال سے یہی حال ہے“۔ [جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، ص ۸۱، ۸۲، استانبول، ترکی]

اخلاق وعادات:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اخلاق فاضلہ اور عاداتِ حسنہ کی بہترین یادگار تھے۔ امام اعظم کے حسن اخلاق وکردار کے بارے میں کثیر واقعات متعدد کتابوں میں منقول ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جس طرح علم وعمل میں آپ بے مثال تھے اسی طرح حسن اخلاق اور پاکیزگیٔ کردار میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔

آپ کے عزیز ترین شاگرد حضرت امام ابو یوسف سے خلیفہ ہارون رشید نے کہا: امام اعظم ابوحنیفہ کے اخلاق وعادات بیان کیجیے، تو امام ابو یوسف نے فرمایا:

”جہاں تک میرا علم ہے ابوحنیفہ محرمات الہیہ سے بچانے کی بہت کوشش کرتے تھے۔ دین کے سلسلے میں بغیر علم کسی بات کے اظہار سے بہت احتراز فرماتے، ان کی خواہش رہتی کہ اللہ کی اطاعت کی جائے اور کوئی بھی اس کی نافرمانی نہ کرے، وہ اپنے زمانے کے دنیا داروں سے بچتے تھے، دنیوی جاہ وعزت میں ان سے مناقشہ نہیں کرتے تھے، ان کا زیادہ وقت خاموش رہنے میں گزرتا تھا، ہمیشہ فکر میں رہا کرتے، عمل میں فراخی تھی، باتیں بنانے والے نہیں تھے، اگر ان سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو اس سلسلے میں جو علم ہوتا بیان کر دیتے تھے اور جتنا سنا ہے جواب میں کہہ دیتے تھے، اور جس میں کچھ نہیں سنا ہے صحیح اور حق طریقہ پر قیاس کرتے تھے اور اپنے نفس کی اور دین کی حفاظت کرتے تھے، ان کا نفس تمام لوگوں سے بے نیاز تھا، لالچ اور حرص کی طرف ان کا میلان نہ تھا، غیبت کرنے سے بہت دور تھے، جب کسی کا ذکر کرتے تو بھلائی سے کرتے تھے۔

یہ سن کر ہارون رشید نے کہا ”یہی اخلاق صالحین (نیکوں) کے ہیں اور پھر کاتب سے کہا کہ یہ بیان لکھ کر میرے بیٹے کو دو تاکہ وہ اس کو پڑھے، پھر ہارون رشید نے اپنے بیٹے سے کہا: بیٹا! اس بیان کو حفظ کرلو، اگر اللہ نے چاہا تو میں کبھی تم سے پوچھ لوں گا۔ [اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، ذکر الروایات فی ورع ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج ۱ ص ۴۳، مکتبہ شاملہ]

امام زفر بن ہذیل کا بیان ہے:

”مجھے امام اعظم کی خدمت میں بیس سال سے زائد مدت گذارنے کی سعادت ملی۔ میں نے آپ سے زیادہ لوگوں کا خیر خواہ، ہمدرد اور شفقت کرنے والا نہیں دیکھا۔ آپ اہل علم کو دل وجان سے چاہتے۔ آپ کے شب وروز اللہ کی یاد کے لیے وقف تھے۔ سارا دن تعلیم وتدریس میں گذرتا، باہر سے آنے والے مسائل کا جواب لکھتے۔ بالمشافہ مسائل پوچھنے والوں کی رہنمائی فرماتے۔ مجلس میں بیٹھتے تو درس کی مجلس ہوتی اور باہر نکلتے تو مریضوں کی عیادت، جنازوں میں شرکت، فقرا ومساکین کی خدمت، رشتہ داروں کی خبر گیری اور آنے والوں کی حاجت روائی میں مشغول ہو جاتے۔ رات عبادت میں گذرتی اور قرآن مجید کی بہترین انداز میں تلاوت کرتے، یہی معمولات زندگی بھر قائم رہے یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ [مناقب للموفق ص ۴۰۰، بحوالہ امام اعظم، سید شاہ تراب الحق قادری]

معافی موصلی فرماتے ہیں:

”امام ابوحنیفہ میں دس باتیں ایسی تھیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی کسی میں موجود ہو تو وہ اپنے وقت کا رئیس اور اپنے قبیلے کا سردار ہو:

۱۔ پرہیز گاری۔ ۲۔ سچ بولنا۔ ۳۔ عفت۔ ۴۔ لوگوں کی خاطر مدارات کرنا۔ ۵۔ سچی محبت رکھنا۔ ۶۔ اپنے نفع کی باتوں پر متوجہ نہ ہونا۔ ۷۔ زیادہ تر خاموش رہنا۔ ۸۔ ٹھیک بات کہنا۔ ۹۔ عاجزوں کی مدد کرنا۔ ۱۰۔ اگر چہ وہ عاجز دشمن ہو۔ [جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، ص ۱۴۳، ۱۴۴، استانبول، ترکی]

والدہ کی خدمت:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدین جب تک زندہ رہے، آپ ان کی ہر خدمت کے لیے تیار رہتے تھے، آپ کے والد ماجد کا انتقال پہلے ہو گیا اور والدہ ماجدہ ۱۳۰ھ کے بعد اس دنیا سے رخصت ہوئیں؛ اس لیے والدہ کی خدمت کا زیادہ موقع ملا۔ والدین کے انتقال کے بعد امام صاحب ان کے حق میں ایصالِ ثواب اور ان کے لیے دعاے مغفرت کرتے تھے، امام صاحب خود بیان فرماتے ہیں:

”قد جعلت عملي أثلاثا ، ثلثا لنفسي، وثلثا لوالديّ ،وثلثا لحماد“.[أخبار أبي حنيفة وأصحابه ، ذكر ماجاء في بره بوالديه ، ج ١ ،ص ٦٣ ،المكتبة الشاملة]

[ترجمہ] میں نے اپنے اعمال کے تین حصے کر لیے ہیں، ایک تہائی اپنے لیے، ایک تہائی والدین کے لیے اور ایک تہائی اپنے استاذ حماد بن ابی سلیمان کے لیے۔

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: آپ (امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنی والدہ کو سوار کر کے عمر بن ذر کی مجلس میں لے جاتے اور ان کا حکم ٹالنا ناپسند فرماتے۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں: کبھی میں اپنی والدہ کو ان کے یہاں لے جاتا اور وہ خود سوال کرتیں اور کبھی والدہ صاحبہ مجھے حکم فرماتیں تو میں وہاں جا کر ان سے مسئلہ پوچھ کر والدہ سے عرض کرتا۔ میں وہاں یہ کہتا کہ میری والدہ نے حکم کیا ہے کہ میں آپ سے یہ مسئلہ دریافت کروں۔ وہ فرماتے: آپ پوچھتے ہیں؟ میں کہتا کہ انھوں نے مجھے حکم کیا ہے۔

عمر بن ذر فرماتے: جوابِ مسئلہ بیان کیجیے۔ میں صورتِ واقعہ اور جواب دونوں بیان کرتا، پھر وہ مجھ سے وہی جوب کہہ دیا کرتے، میں والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور جو کچھ وہ کہتے اس کی خبر دے دیتا۔ [جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، ص ۱۴۰، ۱۴۱، استانبول، ترکی]

حضرت حسن بن زیاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام صاحب کی والدہ نے کسی بات پر قسم کھالی اور اس کے متعلق اپنے بیٹے (امام ابوحنیفہ) سے فتویٰ پوچھا۔ امام صاحب نے جواب دیا مگر وہ مطمئن نہیں ہوئیں اور کہا: جب تک زرعہ واعظ سے تم دریافت نہیں کروگے مجھے اطمینان نہیں ہوگا۔ امام صاحب والدہ کو لے کر زرعہ واعظ کے پاس گئے اور والدہ نے خود ان سے فتویٰ پوچھا۔ زرعہ نے تعجب سے کہا: کوفہ کا فقیہ آپ کے ساتھ ہے، پھر میں کیا فتویٰ دوں۔ امام صاحب نے زرعہ واعظ کو جواب بتا کر کہا کہ آپ اس طرح فتویٰ دیں۔ چنانچہ زرعہ نے ایسا ہی کیا اور امام صاحب کی والدہ راضی اور مطمئن ہوگئیں۔ [تاریخ بغداد، ذکر من اسمہ النعمان، ج ۱۳، ص ۳۶۳، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان]

امیر کوفہ یزید بن عمر بن ہبیرہ فزاری نے امام صاحب کے لیے عہدۂ قضا تجویز کیا، مگر آپ نے انکار کر دیا، اس پر ابن ہبیرہ نے امام صاحب کو ایک سو دس (۱۱۰) کوڑے کی سزا دی۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے اس سزا سے اتنی تکلیف نہیں ہوئی جتنی کہ اس حادثہ پر والدہ کے رنج و غم سے ہوئی۔ والدہ نے کہا: نعمان! جس علم کی وجہ سے تم کو یہ دن دیکھنا پڑا، اس سے ترک تعلق کرلو۔

میں نے کہا: اگر میں اس علم سے دنیا حاصل کرنا چاہتا تو بہت زیادہ حاصل کر لیتا، میں نے یہ علم صرف اللہ کی رضا جوئی اور اپنی نجات کے لیے حاصل کیا ہے۔ [اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ذکر ما جاء فی برہ بوالدیہ، ج ۱، ص ۶۳، مکتبہ شاملہ]

پڑوسیوں کی خبر گیری:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخلاقیات میں نہایت بلند کردار کے مالک تھے، وہ ہمیشہ دوسروں پر احسان کرتے، حاجت مندوں کے حاجت روائی فرماتے، ہم سایوں کی غم خواری کرتے، پڑوسی اگر تکلیف پہنچا رہا ہو تب بھی اس کی حاجت روائی فرماتے، پڑوسیوں کو تکلیف میں مبتلا دیکھنا ان کو گوارہ نہ تھا۔ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کا یہ واقعہ آپ کے متعدد سوانح نگاروں نے تحریر کیا ہے کہ:

’’آپ کے پڑوس میں ایک موچی رہتا تھا۔ جو دن میں محنت، مزدوری کرتا اور شام کو بازار سے گوشت اور شراب لے کر آتا۔ گوشت بھون کر کھاتا اور شراب پیتا، جب شراب و کباب کے نشے میں مست ہو جاتا تو غل مچاتا اور بلند آواز سے یہ شعر پڑھتا رہتا:

أضاعوني وأيّ فتى أضاعوا ✷ ليوم كريهةٍ وسِداد ثغرِ

یعنی لوگوں نے مجھے ضائع کر دیا اور کتنے بڑے باکمال جوان کو کھو یا جو لڑائی اور صف بندی کے دن کام آتا۔

امام صاحب روزانہ اس کی آواز سنا کرتے اور خود تمام رات عبادت میں مشغول رہتے۔ ایک رات آپ نے اس کی آواز نہ سنی تو صبح لوگوں سے اس کے متعلق پوچھا، بتایا گیا کہ اسے کل رات سپاہیوں نے پکڑ لیا ہے اور وہ قید میں ہے۔ امام صاحب نمازِ فجر کے بعد گورنر کے پاس پہنچے۔ گورنر نے بڑے ادب سے عرض کیا: حضور آپ یہاں کیسے تشریف لائے؟ آپ نے فرمایا:

”لي جار إسكافي أخذه العَسَس منذ ليال ، يأمر الأمير بتخلية سبيله، فقال: نعم. وكل من أُخِذ تلك الليلة، فتركوا أجمعين“

[ترجمہ] میرا ایک موچی پڑوسی ہے جسے چند راتوں سے آپ کے سپاہیوں نے گرفتار کر رکھا ہے، اسے چھوڑنے کا حکم فرمائیں۔ گورنر نے حکم دیا: وہ قیدی اور اس کے ساتھ کے تمام قیدی چھوڑ دیے جائیں۔ اس طرح وہ سب رہا ہو گئے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے پڑوسی نوجوان سے فرمایا: ’’ہم نے تم کو ضائع تو نہیں کیا؟ آپ کا اشارہ اس شعر کی طرف تھا

جسے وہ پڑھا کرتا تھا۔ اس نے عرض کی: نہیں، بلکہ آپ نے میری حفاظت فرمائی اور میری سفارش کی، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، آپ نے ہم سایہ کے حق کی رعایت فرمائی، پھر اس نے سچی توبہ کر لی اور نیک بن گیا۔

[تبییض الصحیفہ، ۳۹/ جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، ص ۱۳۸، استانبول، ترکی/ الوافی بالوفیات، ج ۷، ص ۳۵۳، ۳۵۴، مکتبہ شاملہ]

وفات سے قبل کی سیاسی صورتِ حال:

بنی امیہ کے خاتمے کے بعد سفاح پھر منصور نے اپنی حکومت جمانے اور لوگوں کے دلوں میں اپنی ہیبت بٹھانے کے لیے وہ مظالم کیے جو تاریخ کے خونی اوراق میں کسی سے کم نہیں، منصور نے خصوصیت کے ساتھ سادات پر جو مظالم ڈھائے ہیں وہ سلاطین عباسیہ کی پیشانی کا بہت بڑا بدنما داغ ہیں۔

اسی خوں خوار نے حضرت محمد بن ابراہیم دیباج کو دیوار میں زندہ چنوا دیا۔ آخر تنگ آمد بجنگ آمد۔ ان مظلوموں میں سے حضرت محمد نفس ذکیہ نے مدینہ طیبہ میں خروج کیا، ابتدا میں ان کے ساتھ بہت تھوڑے لوگ تھے۔ بعد میں بہت بڑی فوج تیار کر لی۔ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ان کی حمایت کا فتویٰ دے دیا، نفس ذکیہ بہت شجاع، فن جنگ کے ماہر، قوی، طاقت ور تھے، مگر اللہ عز وجل کی شان بے نیازی کہ جب منصور سے مقابلہ ہوا تو ۱۴۵ھ میں دادِ مردانگی دیتے ہوئے شہید ہو گئے۔

ان کے بعد ان کے بھائی ابراہیم نے خلافت کا دعویٰ کیا، ہر طرف سے ان کی حمایت ہوئی، خاص کوفے میں لگ بھگ لاکھ آدمی ان کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے، بڑے بڑے ائمہ، علما، فقہا نے ان کا ساتھ دیا، حتیٰ کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ان کی حمایت کی، بعض مجبوریوں کی وجہ سے جنگ میں شریک نہ ہو سکے جس کا ان کو زندگی کے آخری لمحات تک افسوس رہا، مگر مالی امداد کی — لیکن نوشتۂ تقدیر کون بدلے — ابراہیم کو بھی منصور کے مقابلے میں شکست ہوئی اور ابراہیم بھی شہید ہو گئے۔

عہدۂ قضا سے انکار اور قید و بند:

خلیفہ ابوجعفر منصور جب ابراہیم کے ساتھ جنگ سے فارغ ہوا تو ان لوگوں کی طرف توجہ کی جنھوں نے ابراہم کا ساتھ دیا تھا۔ ۱۴۶ھ میں بغداد کو دار السلطنت بنانے کے بعد منصور نے حضرت امام اعظم کو بغداد بلوایا۔ منصور انھیں شہید کرنا چاہتا تھا، مگر جوازِ قتل کے لیے بہانہ کی تلاش تھی، اسے معلوم تھا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ میری حکومت کا کوئی عہدہ قبول نہ کریں گے۔

اس نے حضرت امام کی خدمت میں عہدۂ قضا پیش کیا، امام صاحب نے یہ کہہ کر انکار فرما دیا کہ میں اس کے لائق نہیں۔ منصور نے جھنجھلا کر کہا: تم جھوٹے ہو۔ امام صاحب نے فرمایا: اگر میں سچا ہوں تو ثابت کہ میں عہدۂ قضا کے لائق نہیں، جھوٹا ہوں تو بھی عہدۂ قضا کے لائق نہیں؛ اس لیے کہ جھوٹے کو قاضی بنانا جائز نہیں۔ اس پر بھی منصور نہ مانا اور قسم کھا کر کہا: تم کو عہدۂ قضا قبول کرنا پڑے گا۔ امام صاحب نے بھی قسم کھالی کہ ہرگز نہیں قبول کروں گا۔

ربیع نے غصے سے کہا: ابوحنیفہ! تم امیر المومنین کے مقابلے میں قسم کھاتے ہو۔ امام صاحب نے فرمایا: ہاں! یہ اس لیے کہ امیر المومنین کو قسم کا کفارہ ادا کرنا بہ نسبت میرے زیادہ آسان ہے۔ اس پر منصور نے ناراض ہو کر حضرت امام کو قید خانے میں بھیج دیا۔

قید خانہ میں وفات:

عہدۂ قضا قبول نہ کرنے کی وجہ سے منصور نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قید تو کر دیا، مگر وہ ان کی طرف سے مطمئن نہ تھا۔ بغداد چوں کہ دار السلطنت تھا؛ اس لیے تمام دنیائے اسلام کے علما، فقہا، امرا، تجار، عوام، خواص بغداد آتے تھے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا غلغلہ پوری دنیا میں گھر گھر پہنچ چکا تھا، قید و بند نے ان کی عظمت اور اثر کو بجائے کم کرنے کے اور زیادہ بڑھا دیا، جیل خانے ہی میں لوگ جاتے اور ان سے فیض حاصل کرتے۔ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اخیر وقت تک قید خانے میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔

منصور نے جب دیکھا کہ یوں کام نہیں بنا تو خفیہ زہر دلوا دیا، جب حضرت امام کو زہر کا اثر محسوس ہوا تو خالق بے نیاز کی بارگاہ میں سجدہ

کیا اور سجدے ہی کی حالت میں روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی ——— یہ عظیم سانحہ ۲؍شعبان ۱۵۰ھ میں پیش آیا، اس وقت حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر ستر سال تھی۔

تجہیز وتدفین:

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی خبر بجلی کی طرح پورے بغداد میں پھیل گئی، جو سنتا بھاگتا ہوا چلا آتا۔ قاضی بغداد حسن بن عمارہ نے غسل دیا۔ غسل دیتے جاتے اور یہ کہتے جاتے تھے: واللہ! تم سب سے بڑے فقیہ، سب سے بڑے عابد، سب سے بڑے زاہد تھے۔ تم میں تمام خوبیاں جمع تھیں۔ تم نے اپنے جانشینوں کو مایوس کر دیا ہے کہ وہ تمہارے مرتبے کو پہنچ سکیں۔ غسل سے فارغ ہوتے ہوئے جم غفیر اکٹھا ہوگیا۔ پہلی بار نماز جنازے میں پچاس ہزار کا مجمع شریک تھا، اس پر بھی آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا، چھ بار نماز جنازہ ہوئی۔ اخیر میں حضرت امام کے صاحب زادے حضرت حماد نے نماز جنازہ پڑھائی اور عصر کے قریب دفن کی نوبت آئی۔

حضرت امام نے وصیت کی تھی کہ انھیں خیزران کے قبرستان میں دفن کیا جائے اس لیے کہ یہ جگہ غصب کردہ نہیں تھی۔ اس کے مطابق آپ کو اس کے مشرقی حصے میں دفن کیا گیا۔

وفات پر اکابر کے تاثرات:

اس وقت بڑے بڑے ائمہ، محدثین وفقہا موجود تھے، جن میں بعض حضرات امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاذ بھی تھے، سب کو حضرت امام کے وصال کا بے اندازہ غم ہوا۔

مکہ معظّمہ میں ابن جریج تھے، انھوں نے وصال کی خبر سن کر انا للہ پڑھا اور کہا: بہت بڑا عالم چلا گیا۔

بصرہ کے امام اور خود حضرت امام کے استاذ امام شعبہ نے بہت افسوس کیا اور فرمایا: کوفے میں اندھیرا ہوگیا۔

امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک وصال کی خبر سن کر بغداد حاضر ہوئے، جب امام کے مزار پر پہنچے، روتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے: ابوحنیفہ! اللہ عزوجل تم پر رحمت برسائے، ابراہیم گئے تو اپنا جانشین چھوڑ گئے، حماد نے وصال کیا تو تمھیں اپنا جانشین چھوڑا، تم گئے تو پوری دنیا میں کسی کو اپنا جانشین نہیں چھوڑا۔

مزارِ پرانوار کے فیوض وبرکات:

حضرت امام کا مزارِ پرانوار اس وقت سے لے کر آج تک مرجع عوام وخواص ہے۔ حضرت امام شافعی نے فرمایا: میں امام ابوحنیفہ کے توسل سے برکت حاصل کرتا ہوں، روزانہ ان کے مزار کی زیارت کو جاتا ہوں، جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو ان کے مزار کے پاس دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کرتا ہوں تو مراد پوری ہونے میں دیر نہیں لگتی۔

سلطان الپ ارسلاں سلجوقی نے ۴۵۹ھ میں مزار پاک پر ایک عالی شان قبہ بنوایا، اور اس کے قریب ہی ایک مدرسہ بھی بنوایا۔ یہ بغداد کا پہلا مدرسہ تھا، نہایت شان دار، لاجواب عمارت بنوائی، اس کے افتتاح کے موقع پر بغداد کے تمام علما وعمائد کو مدعو کیا۔ یہ مدرسہ "مشہد ابوحنیفہ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس مدرسہ سے متعلق ایک مسافر خانہ بھی تھا جس میں قیام کرنے والوں کو علاوہ اور سہولتوں کے کھانا بھی ملتا تھا۔ بغداد کا مشہور دارالعلوم نظامیہ اس کے بعد قائم ہوا۔ [نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج۱ص ۱۶۲ تا ۱۶۴]

ساجد علی مصباحی۔ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

۸؍شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ/ ۷؍جون ۲۰۱۴ء۔ شنبہ